بسم اللہ الرحمن الرحیم

قراءت کی غلطی کی وجہ سے نماز دوبارہ پڑھائی تو دوسری جماعت میں نئے شامل نمازیوں کی نماز کا حکم

دارالافتاء اہلسنت (دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ میں ایک مسجد میں مؤذنی کے فرائض انجام دیتا ہوں۔ گزشتہ رات امام صاحب کی غیر موجودگی کے باعث میں نے مغرب کی نماز میں امامت کی۔ قراءت میں سورۃ غافر کی چند آیات تلاوت کیں۔ ان میں سے ایک آیت: ﴿اِذِ الْاَغْلٰلُ فِیْۤ اَعْنَاقِهِمْ وَ السَّلٰسِلُ ؕ یُسْحَبُوْنَ﴾ کی تلاوت میں مجھ سے غلطی ہوگئی۔ میں نے اسے یوں پڑھ دیا: ﴿اِذَا الْاَعْنَاقُ فِیْ الْاَغْلَالِ وَ السَّلَاسِلُ ؕ یُسْحَبُوْنَ﴾ یعنی الفاظ کو آگے پیچھے کردیا اور لفظ اذ کے ذ پر زبر پڑھ دیا اور ھم پڑھنا بھی بھول گیا۔

نماز کے بعد صفوں میں موجود ایک عالم صاحب نے فرمایا کہ نماز فاسد ہوگئی ہے۔ چنانچہ نماز دوبارہ پڑھائی گئی اور پہلی جماعت کے مقتدیوں کے ساتھ وہ لوگ بھی شامل ہوئے جو پہلی نماز میں شریک نہیں ہوسکے تھے۔ بعدازاں ایک دوسرے عالم صاحب سے یہی مسئلہ پوچھا تو انہوں نے کہا کہ میرے خیال میں نماز فاسد نہیں ہوگی۔

مجھے اس معاملے میں سخت تشویش ہے۔ براہِ کرم رہنمائی فرمائیں کہ کیا میری پہلی نماز اس قراءت کی غلطی کی وجہ سے واقعۃً فاسد ہوگئی تھی؟ دوبارہ نماز پڑھانے کی صورت میں بعد میں آنے والے افراد نے جو اس جماعت میں شرکت کی، اُن کی نماز صحیح ہوئی یا نہیں؟

جواب

پوچھی گئی صورت میں نماز فاسد نہیں ہوئی تھی، لہٰذا دوسری جماعت میں نئے شریک ہونے والے مقتدیوں کی اقتداء درست نہ ہوئی، ان پر فرض ولازم ہے کہ اپنی نماز دوبارہ سے پڑھیں۔

مسئلہ کی تفصیل یہ ہے کہ اگر کوئی شخص نماز کی قراءت میں بعد والے کلمے کو پہلے کی جگہ اور پہلے والے کلمے کو بعد والے کی جگہ پڑھ دے، اور ایسا کرنے کی صورت میں معنی میں بہت زیادہ تغیر واختلاف واقع ہوجائے تو اس صورت میں باتفاق ائمہ ثلاثہ علیہم الرحمۃ نماز فاسد ہوجاتی ہے اور اگر مفہوم میں بہت زیادہ تغیر واقع نہیں ہوا ہو بلکہ اس تقدیم و تاخیر کے بعد بھی آیت کا وہی مفہوم ہو جو التزامی طور پر پہلے والی (اصل) ترکیب و ترتیب سے سمجھ آرہا تھا، تو اس صورت میں باتفاق ائمہ ثلاثہ علیہم الرحمۃ نماز فاسد نہیں ہوتی، طرفین علیہما الرحمۃ کے نزدیک تو اس لئے کہ دونوں کلاموں کے معنی و مفہوم میں موافقت ہے اور ان کے نزدیک موافقت ہونا ہی عدم فساد کیلئے کافی ہے، جبکہ امام ابو یوسف علیہ الرحمۃ کے نزدیک اس لئے کہ ان کے نزدیک معنی میں تغیر فاحش نہ ہونے کی صورت میں نماز فاسد نہ

ہونے کیلئے یہ بھی ضروری ہے کہ اس لفظ کا مثل قرآن میں موجود ہو اور یہاں بھی دونوں ہی الفاظ قرآنیہ ہیں جن کو ایک دوسرے کی جگہ پڑھا گیا ہے۔

لہٰذا صورت مسئولہ میں بھی نماز کے فاسد نہ ہونے کا ہی حکم دیا جائے گا، کیونکہ ''الاغلال'' اور ''الاعناق'' اگرچہ دو ایسے کلمے ہیں جن کو انفرادی طور پر دیکھا جائے تو ان کے معانی میں موافقت موجود نہیں کہ ''الاغلال'' کے معنی طوق کے ہیں جبکہ ''الاعناق'' عنق کی جمع ہے جس کے معنی ہیں گردن، یونہی ان دونوں کلموں میں سے ایک کو دوسرے کی جگہ پڑھنے کی وجہ سے بظاہر کلام کے معنی میں تبدیلی بھی واقع ہوئی ہے، کیونکہ اصل کلام ﴿اِذِ الْاَغْلٰلُ فِیْۤ اَعْنَاقِهِمْ وَ السَّلٰسِلُ﴾ کا ترجمہ یہ تھا (جب طوق اور زنجیریں ان کی گردنوں میں ہوں گی) جبکہ تقدیم و تاخیر کے بعد اس کا ترجمہ یوں ہے (جب ان کی گردنیں طوق اور زنجیروں میں ہوں گی) لیکن یہ تغیر فاحش نہیں، کیونکہ پہلے والے کلام ﴿اِذِ الْاَغْلٰلُ فِیْۤ اَعْنَاقِهِمْ وَ السَّلٰسِلُ﴾ کا التزامی مفہوم یہی ہے کہ جب طوق اور زنجیریں گردنوں میں ہوں گی تو لامحالہ گردنیں طوق اور زنجیروں میں ہوں گی، لہٰذا یہاں دونوں کلاموں میں موافقت موجود ہے، یہی وجہ ہے کہ فقہاء کرام علیہم الرحمۃ نے خاص اسی صورت کے متعلق صراحۃً نماز فاسد نہ ہونے کا حکم ارشاد فرمایا ہے۔

یونہی آیت مبارکہ کے لفظ ''اذ'' میں ذ پر زبر پڑھنا اور ھم ضمیر کو حذف کر دینا بھی مفسد نماز نہیں کہ ان دونوں غلطیوں کی وجہ سے بھی معنی میں کوئی فساد واقع نہیں ہوا۔

اب جبکہ پہلی نماز اصل میں فاسد نہیں ہوئی تھی تو اس کے بعد جو نماز دوبارہ پڑھائی گئی، وہ فرض کے بجائے نفل قرار پائی، کیونکہ فرض تو پہلی ہی جماعت سے ادا ہو چکا تھا۔ اور فقہی اصول یہ ہے کہ نفل پڑھنے والے کی اقتدا میں فرض ادا نہیں ہوتا، لہٰذا جن نمازی حضرات نے پہلی جماعت میں شرکت نہیں کی تھی، انہوں نے دوسری جماعت (جو در اصل نفل تھی) میں شامل ہو کر اپنے فرض کی ادائیگی نہیں کی۔ ان کا فرض بدستور باقی ہے۔ اس لیے ایسے تمام افراد پر لازم ہے کہ وہ نمازِ مغرب کی قضا کریں۔

قراءت کی غلطی کی وجہ سے کب نماز فاسد ہوگی اور کب نہیں؟ اس کے اصول کے متعلق، ردالمحتار میں ہے: "والقاعدة عند المتقدمين أن ما غيّر المعنى تغييراً يكون اعتقاده كفراً يفسد في جميع ذلك، سواء كان في القرآن أو لا إلا ما كان من تبديل الجمل مفصولاً بوقف تامّ وان لم يكن التغيير كذلك، فان لم يكن مثله في القرآن والمعنى بعيد متغير تغيراً فاحشاً يفسد أيضاً وكذا إذا لم يكن مثله في القرآن ولا معنى له وان كان مثله في القرآن والمعنى بعيد ولم يكن متغيراً فاحشاً تفسد أيضاً عند ابى حنيفة ومحمد، وهو الاحوط، وقال بعض المشائخ: لا تفسد لعموم البلوى، وهو قول أبى يوسف، وان لم يكن مثله في القرآن ولكن لم يتغير به المعنى نحو قيّامين مكان قوّامين فالخلاف على العكس فالمعتبر في عدم الفساد عند عدم تغير المعنى كثيراً وجود المثل في القرآن عنده والموافقة في المعنى عندهما، فهذه قواعد الأئمة المتقدمين" ترجمہ: اور متقدمین کے نزدیک قاعدہ یہ ہے کہ جو غلطی معنی کو اتنا تبدیل کر دے کہ جس کا اعتقاد کفر ہو تو تمام صورتوں میں نماز فاسد ہو جائے گی، چاہے وہ بدل قرآن میں ہو یا نہ ہو الا یہ کہ وقف تام کے ذریعے جملوں میں فصل کر کے جو تبدیلی ہو، اور اگر تبدیلی ایسی نہ ہو، تو اگر اس بدل لفظ کا مثل قرآن میں نہ ہو اور معنی بعید ہو اور تبدیلی فاحش تو بھی نماز فاسد ہو جائے گی، اسی طرح (نماز فاسد ہوگی) اگر قرآن میں اس کا مثل نہ ہو

اور نہ ہی اس کا کوئی معنی ہو، اور اگر اس کی مثل قرآن میں ہو اور معنی بعید ہو اور تغیر فاحش نہ ہو تو بھی طرفین کے نزدیک فاسد ہو جائے گی، اور یہ احوط ہے، اور بعض مشائخ نے فرمایا: عمومِ بلوی کی وجہ سے نماز فاسد نہیں ہوگی، اور یہ امام ابو یوسف کا قول ہے، اور اگر اس کی مثل قرآن میں نہ ہو لیکن معنی تبدیل نہ ہو جیسے قوامین کی جگہ قیامین تو اختلاف بر عکس ہوگا۔ تو معنی میں تغیر فاحش نہ ہونے کی صورت میں نماز فاسد نہ ہونے کے لیے امام ابو یوسف کے نزدیک اس کی مثل قرآن میں ہونا معتبر ہے جبکہ طرفین کے نزدیک معنی میں موافقت معتبر ہے، تو یہ ہیں ائمہ متقدمین کے قواعد۔ (رد المحتار علی الدر المختار، ج 1، ص 630، 631، دار الفکر، بیروت)

جد الممتار میں ہے: "فتحصل ان معنی الضابطة من قوله (وان لم یکن التغیر ککٌ الخ) عند الامام ومحمد: ان کل زلة تفسد الا ما وافق فی المعنٰی کقیامین۔۔ وعند ابی یوسف ان کل زلة لا مثل لها فی القرآن تفسد والا لا، الا ان یتغیر المعنٰی تغیرا فاحشا"۔ ملتقطا۔ ترجمہ: تو حاصل کلام یہ نکلا کہ علامہ شامی علیہ الرحمۃ کے قول "وان لم یکن التغیر الخ" سے طرفین کے ضابطہ کا معنیٰ یہ ہے کہ قراءت کی ہر غلطی نماز کو فاسد کر دے گی مگر جو معنیٰ میں موافق ہو (وہ فاسد نہیں کرے گی) جیسے قوامین کی جگہ قیامین پڑھنا۔ اور امام ابو یوسف علیہ الرحمۃ کے نزدیک ہر وہ غلطی جس کا مثل قرآن میں موجود نہ ہو، نماز کو فاسد کر دے گی ورنہ نہیں الا یہ کہ معنی میں بہت زیادہ تغیر آجائے۔ (جد الممتار علیٰ رد المحتار، ج 03، حاشیۃ 1353، ص 370، 371، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

لہٰذا ہر وہ مقام جہاں معنی میں بہت زیادہ تغیر نہ ہو بلکہ موافقت موجود ہو اور بدل قرآن مجید میں موجود ہو تو بالاتفاق نماز فاسد نہیں ہوگی، فتح القدیر میں ہے: "فإن لم تغیر وھي في القرآن لا تفسد في قولھم" ترجمہ: تو اگر اس غلطی کی وجہ سے معنی نہ بدلے اور وہ لفظ قرآن میں بھی موجود ہو تو تینوں ائمہ کرام کے قول کے مطابق نماز فاسد نہیں ہوگی۔ (فتح القدیر، ج 01، ص 326، دار الفکر، بیروت)

اور چونکہ "الاغلال" کی جگہ "الاعناق" اور "الاعناق" کی جگہ "الاغلال" پڑھنے کی صورت میں بھی معنی میں موافقت موجود ہے اور یہ دونوں الفاظ قرآن ہیں، لہٰذا یہاں بھی بالاتفاق نماز فاسد نہیں ہوگی، چنانچہ محقق علی الاطلاق امام ابن الہمام علیہ الرحمۃ فتح القدیر میں لکھتے ہیں: "وأما التقدیم والتأخیر، فإن لم یغیر لم یفسد وإن غیر فسد۔۔۔ وفي الخلاصة: لو قرأ وإذ الاعناق في أغلالھم لا تفسد" ترجمہ: لفظوں کی تقدیم و تاخیر کے بارے میں حکم یہ ہے کہ اگر تقدیم و تاخیر سے معنی میں کوئی تبدیلی نہ آئے تو نماز فاسد نہیں ہوتی اور اگر تقدیم و تاخیر سے معنی بدل جائے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ خلاصہ میں ہے: اگر کوئی یوں پڑھ دے: اِذِ الۡاَعۡنَاقُ فِيۡۤ اَغۡلٰلِهِمۡ تو بھی نماز فاسد نہیں ہوتی۔ (فتح القدیر، ج 01، ص 326، دار الفکر، بیروت)

موافقت کیسے موجود ہے؟ اس کے متعلق، امام ابن مازہ حنفی بخاری علیہ الرحمۃ محیط برہانی میں لکھتے ہیں: "الفصل السابع في الخطأ في التقدیم والتأخیر۔۔ في «مجموع النوازل»: إذا قرأ إذ الأعناق في أغلالھم لا تفسد صلاته؛ لأن المعنی لم یتغیر لان الاغلال إذا کانت في الأعناق کانت الأعناق في الأغلال أیضا" ترجمہ: ساتویں فصل: تقدیم و تاخیر میں خطا کا بیان۔۔ مجموع النوازل میں ہے: اگر کوئی یہ پڑھ دے: اِذِ الۡاَعۡنَاقُ فِيۡۤ اَغۡلٰلِهِمۡ تو بھی اس کی نماز فاسد نہیں ہوتی، کیونکہ معنی تبدیل نہیں ہوا، اس لئے کہ جب طوق گردنوں میں ہوں، تو گردنیں بھی لازماً طوق کے اندر ہی ہوں گی۔ (المحیط البرھانی، ج 01، ص 329، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

کسی لفظ کو حذف کر دینے سے معنی نہ بگڑیں تو وہ بھی مفسد نماز نہیں، ردالمحتار میں ہے: "نقص کلمة أو نقص حرفا، لم تفسد مالم یتغیر المعنی" ترجمہ: اور اگر (نماز کی قراءت میں) ایک لفظ چھوڑ دیا، یا ایک حرف چھوڑ دیا تو جب تک معنی میں تبدیلی نہ ہو، نماز فاسد نہیں ہوتی۔ (ردالمحتار علی الدر المختار، ج 01، ص 632، دار الفکر، بیروت)

اور جب نماز فاسد نہیں ہوئی تھی تو دہرائی جانے والی نماز فرض نہیں، نفل تھی، لہٰذا نئے شریک ہونے والے مقتدیوں کے فرض ادا نہ ہوئے، ان پر اس نماز کی قضا لازم ہے۔ فتاوی امجدیہ میں ہے: "اعلم أن الاقتداء هو ربط صلوته بصلوة الامام فلابد له من أن تكون صلوة الامام متحدة بصلوة المقتدى بأن تكون صلاتهما واحدة أو تكون صلوة الامام متضمنة لصلوة المقتدى كاقتداء المتنفل بالمفترض فان الفرض مقيد والنفل مطلق والمطلق داخل فی المقيد واذا عرفت هذا فاعلم أن الذى صلى الفرض مع ترك الواجب فقد أدى فرضه لكن بترك الواجب صارت صلوته ناقصة و وجب عليه الاعادة لجبر النقصان فلما اشتغل بالاعادة فهو ليس بمفترض لأن الفرض سقط من ذمته بل هو يتم ويكمل الفرض ومن لم يصل الفرض يؤدى فرضه فلو اقتدى به يلزم التغاير بين صلاتهما ولم يوجد معنى الاقتداء أى الربط وايضاً يلزم بناء الأقوى على الأضعف وهو لا يجوز" ترجمہ: جان لو! اقتداء امام و مقتدی کی نماز کے مابین ایک ربط و تعلق (کا نام) ہے، پس اس کے لیے ضروری ہے کہ امام و مقتدی کی نماز متحد ہو، بایں طور کہ ان دونوں کی نماز ایک ہو یا امام کی نماز مقتدی کی نماز کو ضمن میں لیے ہوئے ہو جیسے نفل پڑھنے والے شخص کا فرض پڑھنے والے کی اقتداء کرنا، کیونکہ فرض مقید ہے اور نفل مطلق ہے اور مطلق مقید میں داخل ہوتا ہے۔ جب تمہیں اس بات کی معرفت حاصل ہو گئی، تو جان لو! کہ وہ شخص جس نے ترکِ واجب کے ساتھ فرض نماز ادا کی، تو اس کا فرض ادا ہو گیا، لیکن ترکِ واجب کی وجہ سے اس کی نماز ناقص طور پہ ادا ہوئی اور اس نقص (کمی) کو پورا کرنے کے لیے اس پر نماز کا اعادہ واجب ہے، تو جب وہ اعادہ کرنے میں مشغول ہوا، تو اس کی نماز فرض نماز نہیں ہوگی، کیونکہ فرض اس کے ذمے سے ساقط ہو چکا، بلکہ اعادے والی نماز فرض کو کامل و تمام کرنے کے لیے ہے اور جس نے فرض نماز نہیں پڑھی، وہ اپنے فرض ادا کر رہا ہے، تو اگر وہ واجب الاعادہ والے کی اقتداء کرے گا، تو ان دونوں کی نماز میں تغایر لازم آئے گا اور اقتداء کا معنیٰ یعنی ربط و تعلق نہیں پایا جائے گا اور قوی کی ضعیف پر بنا بھی لازم آئے گی اور یہ جائز نہیں ہے۔

(فتاوی امجدیہ، ج 1، ص 169 تا 170، مکتبہ رضویہ، کراچی)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

مجیب: مفتی محمد قاسم عطاری

فتوی نمبر: HAB-0677

تاریخ اجراء: 04 جمادی الاخری 1447ھ/26 نومبر 2025ء